

پر درد نشینیم چه احوال بگویم
 آن درد چه پرسی که بر آن درد دوانیست
 مائیم خرابیم در این دار گرفتار
 دردیست در این سینه که جز دوست دوانیست
 عشاق نشینیم که دیدار بیابیم
 بنمائے رخ خویش که این غیر شمانیستم
 سجاده نشینیم و تسبیح چه گوئیم
 دستار چه بندیم که در قلب صفا نیست
 سجاده بر آن مرد حرام است به تحقیق
 مرده است در این دار که در عینی نما نیست
 مان عین همائیم که از این عشق رسیدیم
 او مرد برد مرده که او عینی همانیست
 هر جائیکه که رفیتم بجز دوست نه دیدیم
 این قول که گفتیم ثوابست خطانیست

”راجا“ کہ برائیں چشم عیاں دید نماں نیست
 اما چہ توان کرد کہ آن چشم ترا نیست

درد

قلندرِ کبریا اپنی اس غزل میں عارفین کے درد کی تشریح و توضیح فرما رہے ہیں کیوں کی جب بندہ عارف کے سامنے اسرارِ حق کھل جاتے ہیں حالتِ بصارت میں کائنات کی بے شمار لطیف مخلوقات عیاں ہو جاتی ہیں اور حالتِ بصیرت میں قلب میں ولایتِ نورانیہ کا ظہور ہو جاتا ہے تو اس فانی دنیا میں ریا کار، دنیا پرست افراد کو دیکھ کر بندہ عارف ایک عجیب درد میں مبتلا ہو جاتا ہے میں درد میں پُر ہو چکا ہوں اور اس درد کے درمیان بیٹھا ہوں اب کیا احوال بتاؤں اُس کے درد کے بارے میں کیا بتاؤں جس کی کوئی دوا نہیں ہے کیونکہ میں صرف اپنے معشوق کے عشق میں گرفتار ہوں اس درد سے جو بیماری ہے خرابی ہے اس کا علاج صرف میرے معشوق کے پاس ہے یہ ریا کار پیر سجادہ نشین کیا تسبیح پڑھتے ہیں کون سی دستار باندھتے ہیں ان

کے دل تو پاک ہے ہی نہیں...

اس منزل پر علامہ اقبالؒ کچھ اس طرح فرماتے ہیں کہ

دل سوز سے خالی نگاہ پاک نہیں ہے
 اس میں کیا عجب کہ تو بے باک نہیں ہے
 کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی
 ان کا سرِ دامن ابھی چاک نہیں ہے
 اسی لیے ہمیشہ فقراء نے ملا ازم اور صوفی ازم جسے ہم Clergy بھی
 کہتے ہیں اُس کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ عرفان کی منزل پر ریاکاری
 ، خود نمائی، انا پرستی حرام ہے۔ اور فقراء کو اس حُبِ دنیا سے کیا واسطہ ہے
 پھر کجا قلندرِ کبریا! سجادہ نشینِ مرد کی تحقیق میں آہی نہیں سکتا۔ یعنی اُسے
 مرد کہنا ہی حرام ہے..

کیوں کی وہ مردہ ہے کیوں اُسے معرفتِ حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہے
 اور نہ ہی اُس کے وجودِ باطن میں معرفتِ آشکار ہوئی ہے
 ہم معرفت کی وہ ہما ہیں جو اُس مرد کے سر پر بیٹھتی ہے جو عشق کے اسرار